OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

جدید مسائل کے حل میں شریعت اسلامی کا قیاسی اور اجتہادی کردار

The Role of Islamic Qiyās and Ijtihād in Solving the Modern Issues

Dr. Naeem Anwer Al-Azhari
Assistant Professor of Islamic Studies, GC University, Lahore
Muhammad Hasnain
Instructor, Islamic Studies Department, Virtual University of Pakistan

Abstract

Islam is a complete code of life. It gives solution to all contemporary issues. It is the distinguish feature of Islam that provides the solutions of every problem rightly from its beginning to till the Day of Judgment. Whenever a new issue arises in Muslim community, the Islamic Jurists try to solve it in the light of Qurān & Sunnah. If the problem is not directly resolved through both these primary sources, the Jurists try to find its solution from secondary sources like Ijtihād and Qiyās etc. Islam has left no problem unsolved. As the time goes on, new problems arise and they are solved by the Mujtahidins. Therefore, it is the distinguished feature of Islam to address and solve all matters of every age. Islam has this distinguished feature due to Ijtihād and Qiyās. In this article, the role of Ijtihād and Qiyās will be discussed in solving the current issues of every age.

Keywords: Ḥadīth, Fiqh, Uṣūl Fiqh, Ijtihād, Mujtahid, Qiyās

تمہید

جب فقہی لحاظ سے شریعتِ اسلامی میں غورو تفکر کیا جاتا ہے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جو احکام العبادات ہیں اور احکام الشخصیہ اور احکام المواریت ہیں یہ قابل تغیر و تبدیل احکام نہیں ہیں یہ احکام تعبدی ہیں ان میں عقل کو زیادہ دخل نہیں ہے اس اعتبار سے زمانے کے ساتھ یہ تبدیل نہیں ہوتے ہیں اور عقل ان کے لیے مختلف ہئیتوں کو متشکل نہیں کرتی ہے اور زمانے کے بدلنے کے ساتھ ان کو بدلا نہیں جاتا ہے زمانے کا تغیر ان احکام کی حالت قضائیہ کو تبدیل نہیں کرتا ہے جبکہ ان کے بر عکس احکام

CC BY

المعاملات میں احکام المدینہ، احکام الجنائیہ، احکام الدستوریہ، احکام الدولیہ اور احکام الاقتصادیہ، یہ زمانہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس میں اسلام نے عقل کے دخل کو زیادہ قائم کیا ہے اس حوالے سے قرآن حکیم نے بنیادی اور اساسی رہنمائی فراہم کی ہے اور ان احکام کے بنیادی اصول وضوابط کا تعین کر دیا ہے اس میں اصولی چیزوں کی رہنمائی دی ہے تفصیلی چیزوں سے اعراض کیا ہے ان کے مصالح اور فوائد کا تعین مجتہدین کے اجتہاد اور انکی آراء پر چھوڑ دیا ہے وہ بدلتے زمانے کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں ان میں قانون سازی کریں اور اپنے اپنے حالات کے مطابق قوانین وضعیہ تشکیل دیں مگر سارے کے سارے یہ ریاستی اور تعزیری قوانین اس طرح تشکیل دیں کہ کوئی ایک بھی قانون قرآن وسنت کی اساسی تعلیمات کے خلاف نہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:**وَ تِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ**[1] اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں اور انہیں اہل علم کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔**اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ**2 بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جیسے اس نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا ہو جا وہ ہو گیا۔ ان آیات میں مثال و تمثیل کے کلمات آئے ہیں اسی طرح قرآن لفظ اعتبار، تسویہ، عدل، تشریک، تشبیہ اور تنظیر کے الفاظ استعمال کر کے ہمیں قیاس اور اجتہاد کی طرف راغب کرتا ہے

قیاس کے معانی ومفاہیم

جب ہم لفظ قیاس کے معانی و مطلب کی طرف نظر کرتے ہیں تو اس کے متعدد معانی میں سے ایک معنی تقابل کرنا اور موازنہ کرنا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے۔**قست هذه الورقه بهذه الورقه**3 میں اس کاغذ کو دوسرے کاغذ کے ساتھ تقابل کیا ہے۔ اسی طرح قیاس کا لفظ دو چیزوں میں مساوات اور تناسب اور برابری کے لیے بولا جاتا ہے:**فلانلایقاسب فلانایلایساویه**4 فلاں شخص کو فلاں شخص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لیے وہ اس کے مرتبے اور رتبے کا آدمی نہیں۔ علامہ ابو الحسن الجرجانی بیان کرتے ہیں کہ قیاس کا معانی ہے:**عبارة عن التقدير او عبارة عن رد الشى الى نظيره**5 قیاس کا معنی اندازہ کرنا ہے اور قیاس کا مفہوم ہے کسی پر اس کے ہم مثل اور ہم شکل کا کسی علت کے سبب حکم لگانا ہے۔ اسی طرح عبید اللہ بن مسعود قیاس کے معنی بیان کرتے ہیں کہ**هو فى اللغة التقدير و المساواة**6 قیاس کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے اندازہ کرنا ہے اور ایک شی کو دوسری شی کے برابر کرنا ہے۔ اسی لغوی معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ تفتازانی نے اس کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:**مساواة الفرع للاصل فى علة حكمه**7 فرع کا اصل کے حکم میں علت مشترکہ کے سبب برابر کرنا قیاس کہلاتا ہے اسی تعریف کو ابن رجب اور علامہ ابن بدران نے بھی ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جبکہ ملاجیون نے قیاس کو اصطلاح یوں متعارف کروایا ہے:**فى الشرع تقدير الفرع بالاصل فى الحكم و الحلة**8 اصطلاح شرح میں حکم وعلت کے اعتبار سے فرع کا اصل سے اندازہ لگانے کا نام قیاس ہے۔ علامہ نظام الدین شاشی نے قیاس کی اصطلاحی تعریف کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:**تعدية الحكم من الاصل الى الفرع بعلة متحدة بينهما** [9] اصل کے حکم کو فرع کی طرف کسی علتِ مشترکہ کی بنا پر منتقل کرنا قیاس کہلاتا ہے۔ غرضیکہ قیاس میں مقدم اور متاخر مسئلہ میں، اصل میں اور فرع میں، منصوص علیہ حکم شرعی اور غیر منصوص حکم میں مطابقت اور موافقت علت اور حکم میں پائی جاتی ہے اصل اور فرع میں حکم اور علت کے اعتبار سے مساوات قائم کی جاتی ہے نئے مسئلے کو اصل مسئلے کی طرف لوٹایا جاتا ہے کسی مسئلے کے حکم معلوم سے کسی نئے مسئلے کے حکم نامعلوم کا مشترک علت کی وجہ سے تلاش کیا جاتا ہے مسئلہ قدیم اور مسئلہ جدید میں حکم اور علت کی مشارکت اور مساوات کا لازمی اہتمام کیا جاتا ہے معلوم مسئلہ کے معلوم حکم اور معلوم علت کو نئے مسئلہ کے لیے حکم اور علت کو ثابت کرنے

کو قیاس کہتے ہیں کسی امر جامع کی بنا پر اور کسی وصف متعدد ی کے ذریعے کسی نئے مسئلے کا حکم دریافت کرنا قیاس کہلاتا ہے۔اس میں ایک شی کا اپنی جیسی دوسری شی کی طرف حکم اور علت کی وحدت کی بنا پر لوٹایا جاتا ہے اس میں منصوص علیہ امر کو غیر منصوص امر کی طرف حکم اور علت کی وحدت کی بنا پر منتقل کیا جاتا ہے اس میں اصل اور فرع میں تقدیر اور تسویہ علت اور حکم کے اعتبار سے کیا جاتا ہے اس میں اصل اور فرع کا حکم اور علت کے اعتبار سے درجہ استوار میں کیا جاتا ہے اور ان میں مکمل مساوات کا اہتمام کیا جاتا ہے ان ہی چیزوں کا قیاسِ اصطلاحی کہتے ہیں۔

آیاتِ قرانیہ سے قیاس واجتہاد کے شرعی استدلالات

قیاس کے شرعی ثبوت کو جب ہم قرآن حکیم میں تلاش کرتے ہیں تو متعدد آیات ہماری اس حوالے سے رہنمائی کرتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**10 اے ایمان والو!شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں تو تم ان سے کلیتاً پرہیز کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اب اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے صراحۃ شراب کا حرام ٹھہرایا ہے اس کو رجس ناپاک قرار دیا گیا ہے اور اس شراب کے پینے کے عمل کو عمل شیطان سے تعبیر کیا ہے اور اس شراب سے بچنے کے عمل کو عمل فلاح اور عمل کامیابی و کامرانی کے عمل کا عنوان دیا ہے اور فوز و فلاح کا اس کے اجتناب میں منحصر کیا ہے۔ایک فقیہ شراب کی ممانعت اور حرمت کی علت تلاش کرتا ہے وہ علتِ حکم اس میں اسکار اور سکر ہے یہ شراب انسان کے وجود میں نشہ پیدا کرتا ہے اب شراب کے علاوہ ہر وہ چیز جو شراب جیسا اور شراب کی طرح موثر اور بعنیہ شراب کی طرح کا نشہ پیدا کرے تو اس میں علت سکر پائی جائے گی جیسے نبیذ ہے جب کھجور اور منقی کا بھگو کر رکھا جائے تو اس میں جاگ آجاتی ہے اور شراب کی طرح کا نشہ پیدا ہو جاتا ہے اب نشے میں خمر اور نبیذ دونوں برابر ہو گئے ہیں دونوں میں علت اسکار ہے اب شراب کا حکم قیاس کی بنا پر تنقل ہو گا جیسے شراب حرام ہے اسی طرح نبیذ بھی حرام ہے۔اسی طرح قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ**11اے ایمان والو! جب نماز کے لیے جمعہ کے دن اذان کہی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف چل پڑا کرو اور خرید فروخت چھوڑ دیا کرو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں جمعۃ کے دن دوسری اذان کے بعد بیع وشراء کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اب ایک فقیہ دیکھتا ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کے بعد بیع وشراء کی ممانعت کی علت کیا ہے وہ علت اشتغال عن الصلوۃ ہے بیع وشراء کی مصروفیت ومشغولیت کی بنا پر نماز کی ادائیگی میں غفلت ہو سکتی ہے نماز کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اب علت اشتغال عن الصلوۃ بیع وشراء کے علاوہ جہاں جہاں پائی جائے گی وہ چیزیں بھی بیع وشراء کی طرح منع ہو جائیں گی مثلاً یہ دوسری اذان جمعہ کے بعد رہن کے معاملات طے کرنے میں پائی جا سکتی ہے عدالتی معاملات ادا کرنے میں پائی جا سکتی ہے اور اسی طرح محنت و مزدوری، کاروبار و تجارت اور ملازمت و نوکری، عمل اجارہ، کو بلا انقطاع مسلسل جاری رکھنے میں پائی جا سکتی ہے ان سب افعال کے جاری رکھنے سے جمعہ کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہے اور اس میں غفلت کے آجانے کا خطرہ ہے اس لیے بیع وشراء سے ممانعت کی علت اشتعال عن الصلوۃ، معاملاتِ رہن، عدالتی معاملات اور محنت و مزدوری میں پائی جاتی ہے اس لیے سب کے لیے حکم مشترک و ذردار ہو گا نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے تمام مصروفیات کو چھوڑ دیا جائے اللہ کے ذکر کی طرف سعی کی جائے اسی طرح قیاس کی مثال کو باری تعالیٰ نے سورۃ جمعہ کی ایک اور آیت کریمہ میں بیان کیا ہے۔ارشاد فرمایا ہے:**مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا**

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا 12 جن لوگوں (یہودیوں) کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہود کے فعلِ حملِ توراۃ اور حمار کے فعلِ حملِ اسفار کو بیان کیا ہے کہ یہود نے تو تو ارت پر عمل کرنے کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے حملِ فعل میں دونوں برابر ہیں جیسے حمار گدھے کا فعل حمل اسفار، کتابوں کے اٹھانے کا بوجھ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا ہے اس طرح یہود کو حملِ توراۃ، تورات پر عمل نہ کرنے کا بوجھ کوئی فائدہ نہیں دے رہا ہے۔ حمار گدھا، دراز گوش عقل وشعور سے محروم ہوتا ہے اس کی پیٹھ پر کتابیں لاد دی جائیں تو وہ پھر بھی ان کو نہیں سمجھ سکتا کہ ان کتابوں کیا لکھا ہوا ہے اسی طرح قوم یہود بھی حمار کی چال بن کر کتابِ تورات کی حامل ضرور ہے یہ کتابِ تورات کو ہر جگہ اٹھائے اٹھائے ہر جگہ پھرتی ہے اور ہر جگہ جاتی ہے مگر یہ تورات بذات خود ان کو کیا پیغامِ خدا دیتی ہے ان کو زندگی گزارنے کے کیا کیا آداب و سلیقے اور طریقے بتاتی ہے اس کی تعلیمات کا مقتضی کیا ہے اور ان سے کونسے احکام مطلوب و مقصود ہیں قوم یہود بالکل حمار کی مثل بن کر ان کو سرے سے جانتے ہی نہیں ہیں اور اگر جانتے ہیں تو ان پر عمل نہیں کرتے ہیں تو یہود اور حمار کے درمیان مشترک علت حمل کتاب ٹھہری ہے اور دونوں اس کتاب کے عدم فہم کے حکم سے متصف ہوئے ہیں اسی مناسبت اور مساوات کے عمل کو قیاس واجتہاد کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم ہمیں زندگی کی حفاظت اور اس کے پرامن تصور محافظت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یوں راہنمائی کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ** 13 اے عقلمندوں قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے۔

اس آیت میں "وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ" حکم قصاص کی علت حیوۃ کو قرار دیا گیا ہے اب جب بھی علت حیات کو کسی بھی قسم کا خطرہ درپیش ہو گا اور کسی کی زندگی کو ختم کو ختم کیا جائے گا تو زندگی کے بدلے زندگی ہی کفایت کرے گی، زندگی ہی زندگی کو بچاتی ہے اور زندگی ہی زندگی کو محفوظ کرتی ہے ختم کی گئی زندگی کا بدلہ اور قصاص اس میں موجود قاتل زندگی کے خاتمے سے ہے جیسے ہم مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کرنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے یہ قصاص تب حیات بنے گا جب مقتول کے بدلے میں صرف اور صرف قاتل کو قتل کیا جائے اور اس قاتل کے عزیزو اقارب اور اس کے خاندان کو قتل نہ کیا جائے مقتول کے ورثاء بھی قاتل کے طلبگار ہوں اور قاتل کے خاندان والے بھی قاتل کو اللہ کے حکم کے مطابق مقتول کے خاندان کے سپرد کریں عدالت قاتل کا قصاصاً قتل کرنے کا حکم دے اور اگر مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں تو وہ قاتل اور اس کے خاندان سے دیت 100 اونٹ ان کا معاوضہ لے سکتے ہیں اگر یہ عمل کسی بھی معاشرے میں قائم کر دیا جائے تو وہاں فعلِ قتل نہ ہونے کے برابر ہو جائے گا اسی تصور کو قرآن "لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ" کے کلمات سے بیان کرتا ہے زندگی کی حفاظت یہ علت ہے اور اس میں حکم قصاص ہے اگر کسی معاشرے میں قصاص نہیں لیا جائے گا، اگر کسی سماج سے قصاص کا عمل ختم ہو جائے گا تو پھر معاشرے وسماج کے وڈیروں، جاگیرداروں، مقتدر طبقوں، ڈاکوؤں، چوروں اور قاتلوں کے ہاتھوں انسانی زندگی ہر روز ختم ہوتی رہے گی اور معاشرے کا امن وسکون غارت ہوتا رہے گا طاقتوروں کی زندگی محفوظ ہوتی رہے گی اور کمزروں کی زندگی ان کے طاقتوروں کے رحم وکرم پر ہو گی اور معاشرہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی تصویر نظر آئے گا اسی طرح باری تعالیٰ نے سورہ حشر میں بیان کیا ہے: **مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ** 14 جو کچھ اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں والوں والوں سے بطور فیئ دلوائے اللہ ہی کا حق ہے اور رسول کے عزویزوں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، تا کہ وہ مال تمھارے امراء میں ہی نہ رہ جائے۔

اب اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے گردش دولت کی علت مستحکم معیشت کے حکم کی بناپر بیان کی ہے معیشت میں استحکام اور معیشت میں ترقی کا راز اور معیشت میں دوام کی حکمت گردش دولت میں مخفی ہے جس معاشرے میں ایک غریب سے لے کر امیر تک سب کے سب گردش دولت سے مستفید ہو رہے ہوں گے اور وہ گردش دولت خواہ کاروباری تجارت کی صورت میں ہو، خواہ ملازمت و نوکری کی صورت میں ہو، خواہ زراعت وصنعت کی صورت میں جہاں ہر شخص کو روزگار کے مواقع گردش دولت کے باعث میسر ہوں گے اور کسب حلال کے ذرائع حاصل ہوں گے ہر کوئی اپنی زندگی کو گردش دولت اور مال کے قیام و دوام کے ذریعے قائم رکھ رہا ہو گا وہ معاشرہ مضبوط ہو گا اور ان لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی معیشت مستحکم ہو گی۔

قیاس العلۃ کی مثال کو واضح کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: **اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ‌ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ** 15 بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے جیسے مٹی سے بنایا ہے اور سے فرمایا ہو جا اور وہ ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام دونوں کی تخلیق عقل انسانی کو حیران کیے ہوئے ہے باری تعالیٰ دونوں کو ظاہری اسباب کے برعکس اپنی قدرت کاملہ سے خلق کیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہری سبب بن باپ کے تولد کو عقل نے حیران و استعجاب کے ساتھ دیکھا ہے تو اسے اپنے میزان دانش پر کھتے ہوئے یہ انسانی ذہن میں پیدا کر دیا گیا کہ یہ تخلیق کیسے ممکن ہے ؟ عقل عالم اسباب میں اس مسئلے کو دیکھتی رہی ہے اسباب کی دنیا سے یہی جواب آتا رہا یہ ناممکن ہے یہ ناقابل قبول ہے اور اسباب دنیا میں ایسا ہونا ناقابل فہم ہے اس مسئلے کو قیاس اور مثال کے ذریعے باری تعالیٰ نے انسانی ذہن کو سمجھا دیا جیسے خلق آدم مٹی سے اللہ کی قدرت سے ممکن ہوئی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی خلقت اللہ کی شانِ کن فیکون سے ممکن ہوئی ہے ادھر بھی مٹی سے بغیر اسباب کے وجود انسانی تشکیل پایا ہے اور ادھر بغیر ظاہری سبب کے وجودِ انسانی صورت میں متشکل ہو رہا ہے یہ ممکن اور ناممکن انسانی عقل کے لیے ہے رب کی قوت تخلیق کے سامنے سب کچھ ممکن ہی ممکن ہے کوئی چیز وہاں ناممکن نہیں ہے اس لیے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اپنی خلقت میں ایک دوسرے کی نظیر و تمثیل ہیں اور یہی قیاس ہے

سنت نبوی ﷺ سے قیاس واجتہاد کے دلائل

رسول اللہ ﷺ نے قیاس کو اپنی سنت سے ثابت کیا ہے اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں ایک عورت (قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی) نے اپنی فوت شدہ ماں کی طرف سے حج کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ کیا میں اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اس مسئلے کو ان کو یوں سمجھایا اور ارشاد فرمایا: **أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ ، قَالَتْ نَعَمْ. فَقَالَ : فَاقْضُوا الَّذِي لَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ**16 اگر تیری ماں ذمے فرض واجب ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی ؟ تو بولی جی ہاں میں اسے ادا کرتی فرمایا اسی طرح اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو کیونکہ اللہ کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں "دین الخلق" بندوں کے قرض پر اللہ کے قرض دَین اللہ کو قیاس کیا ہے اس لیے ابن قدامہ بیان کرتے ہیں: **فهو تنبيهة على قياس دين الله على دَين الخلق**17

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حج منذور کو قرض پر قیاس کیا ہے علت دونوں میں الوفاء ہے اور حکم دونوں میں "الاداء" کا ہے۔ اسی طرح ایک صحابی نے عرض کیا ہے میرے ہاں ایک سیاہ اسود بچہ پیدا ہوا ہے میں اور میری بیوی کی رنگت گوری اور ابیض ہے اس بنا پر میں اس پر اپنا نسب ماننے کے لیے دلی طور آمادہ نہیں ہو رہا ہوں تو اس بارے میں میری رہنمائی فرمائیں اس صحابی نے اپنا مسئلہ ان الفاظ کے ساتھ رسالت ماب میں پیش کیا: **إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلاَمًا أَسْوَدَ، وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ،هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ ، قَالَ نَعَمْ. قَالَ : فَمَا أَلْوَانُهَا ، قَالَ حُمْرٌ،**

قَالَ : هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ ، قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا. قَالَ ، فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا ". قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عِرْقٌ نَزَعَهَا، قَالَ : وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ 18 یا رسول اللہ میری بیوی نے ایک سیاہ بچہ جنم دیا ہے جبکہ میری اور میری بیوی کی رنگت سفید ہے اور میں اس بچے کو اپنے نسب میں نہیں مانتا مجھے شک ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اونٹ ہیں اس نے کہا جی ہاں موجود ہیں آپ کے سوال کیا ان کے کیا کیا رنگت ہیں اس کے کہا سرخ رنگ کے ہیں آپ ﷺ نے پوچھا کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے اس کے کہا جی ہاں وہ بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے اور وہ کہاں سے آگیا ہے اس کے کہا ممکن ہے کسی رگ کے فساد کے سبب ایسا ہوا ہو تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا وہی رگ کا فساد یا تناؤ کا سبب یہاں بھی تو پایا جا سکتا ہے لہذا بیوی پر بد گمانی نہ کر۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مساوات اور برابری کی بنا پر سیاہ فام بچے کو خاکستری اونٹ پر قیاس کیا ہے اگر سرخ اونٹوں میں خاکستری اونٹ پیدا ہونے کی علت رگ کا فساد "عرق نزع" ہے تو اس طرح سفید رنگت والی عورت کے ہاں کالے و سیاہ بچے کی ولادت بھی رگ کے فساد عرق نزع کے باعث ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل قیاس تھا اور یہ عمل اجتھاد اور عمل استدلال ہے اس حدیث کو ذکر کر کے امام نووی نے بیان کیا ہے۔ **و فیه اثبات القیاس و الاعتبار بالاشباه و ضرب الامثال** 19 اس میں قیاس و اعتبار کا اشباہ اور امثال کے ذریعے ثبوت پایا جاتا ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قیاس عہد رسالت مآب میں پایا جاتا ہے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ بیٹی عمارہ تھیں ان کی پرورش پر حضرت سیدنا علی، حضرت جعفر اور حضرت حارثہ رضی اللہ عنھم کے مابین اختلاف رائے ہو گیا ہر کوئی عمارہ بنت حمزہ کی پرورش و کفالت کا خود کو زیادہ مستحق جاننے لگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے چچا کی بیٹی ہے اس بنا پر اس کی کفالت کا زیادہ حقدار ہوں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمارہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میں بیوی ہے اس بنا پر میں زیادہ حقدار ہوں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میری بھتیجی ہے اس لیے اس کی کفالت و پرورش کا زیادہ حقدار ہوں معاملہ رسول اللہ کی عدالت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فیصلہ صادر فرمایا: **الخالة بمنزلة الام** 20 خالہ ماں کی طرح ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے خالہ کو ماں پر قیاس کیا ہے اور خالہ کو ماں کا درجہ دیا ہے اور یوں فیصلہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں صادر کر دیا کیونکہ عمارہ کی خالہ اسماء بنت عمیس ان کی بیوی تھی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچے، بچی کی بہتر پرورش مرد کی نسبت عورت ہی کر سکتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ نے مالی صدقے پر خدمت خلق کے صدقے کو قیاس کیا ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: **عن ابی ذر رضی اللہ عنه قال قلت یارسول اللہ ذھب الاغنیاءبالاجریتصدقون ویصومون قالوانتم قدتفعلون ذالک قلت یارسول اللہﷺیتصدقون ونحن لانتصدق قال فلکصدقةرفع کالعظم عن الطریق صدقةوثباتک عن الاثم صدقةوعون کالضعیف بفضل قوتک صدقه** 21 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ امیر لوگ سارا اجر لے جاتے ہیں اس طرح کہ صدقہ بھی کرتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں فرمایا تم بھی ایسا کیا کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے فرمایا اور تمھارے لیے بھی صدقہ ہے تمھارا راستے سے ہڈی اٹھا دینا بھی صدقہ ہے اور تمھارا گناہ سے بچتے رہنا بھی صدقہ ہے اور تمھارا اپنی ہمت کے مطابق کسی ضعیف کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ روزے رکھنے کے عمل میں امیر اور غریب دونوں برابر ہیں ایک مالی صدقے کا معاملہ ایسے ہے تھا جو امیروں اور غریبوں پر تفوق اور برتری دیتا تھا اور ان کے مال کی کثر اور زیادت نے امیروں کو یہ شرف غریبوں پر کچھ زائد عطا کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس شرف علوت کو بھی غریبوں کو دوسرے انسانوں کی خدمت خلق کا فعل صدقہ دے کر دے کر سب انسانوں کو

عمل کی دنیا میں پھر مساوی کر دیا ہے گویا امیروں کے مالی صدقہ کو رسول اللہ ﷺ نے غریبوں کے عملی صدقہ اور خدمتی صدقہ کے برابر ٹھہرا کر قیاس واجتھاد کی بنیادیں فراہم کر دی ہیں۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **انه اتی رجل الی النبیﷺفقال ابی شیخ کبیرلم یحجا فاحجعنه قالارایت لوکاعلی ابیک دیناکنت تقضیةقال نعم،قال فحجعنه**22 حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میرے والد بوڑھے ہیں حج کرنے کے قابل نہیں ہیں کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں فرمایا تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے والد پر قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے ادا کرتا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں فرمایا تو اس کی طرف سے حج بھی کرو۔ اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے بوڑھے باپ کی طرف سے حج کی ادائیگی کو اس کی طرف سے قرض ادا کرنے پر قیاس کیا ہے جس طرح بوڑھے باپ کی طرف سے قرض ادا کرنا صحیح ہے اور اسی طرح اس کی طرف سے حج کا فرض بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

اجتہاد و قیاس اور اسلامی قانون کی جامعیت و وسعت

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کے ذریعے واضح ہو گیا ہے کہ باری تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اجتھاد، قیاس اور اظہار رائے اور نفاذ قانون کا اختیار دیا تھا آپ نے اس بھرپور استعمال کیا ہے اور اسلامی قانون میں جو لچک اور نرمی پائی جاتی ہے اور جو اس میں جامعیت اور وسعت ہے ان سب چیزوں کو اپنی سنت سے واضح کیا ہے تاکہ لوگ شریعت اسلامیہ کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور نئے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل دے سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو اس وقت ان سے استفسار کیا تم اپنے فیصلے کیسے کرو گے انہوں سب سے پہلے قرآن اور پھر سنت کی بات کی تھی اس کے بعد بولا تھا کہ اگر کسی جگہ بھی مسئلے کا حل نہ پاؤں گا تو "اجتھد برائی" (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا) ان کے اس جواب پر رسول اللہ ﷺ انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار کیا تھا" اجتھد برای" درحقیقت قیاس ہی کا نام ہے اسی قیاس ہی کو اجتہاد کا نام دے رہے ہیں صحابہ کرام اس طرح اجتہاد کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو برقرار رکھتے یا ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور تغییر کر دیتے تھے جیسا کہ غزوہ احزاب کے حوالے سے یہ روایت آتی ہے: **عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يوم الأَحْزَابِ " لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ ". فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لاَ نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ. فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ**23 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے غزوہ احزاب سے واپسی والے دن ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص بھی بنو قریظہ کے علاوہ عصر کی نماز نہ پڑھے پس ان میں سے بعض نے عصر کو راستے میں ہی پا لیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچ کر ہی پڑھیں گے اور بعض نے کہا ہم تو پڑھ لیتے ہیں یہاں تک بعد میں پہنچ جائیں کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہماری نماز ہی قضا ہو جائے تو ان سب صحابہ نے بعد میں اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا تو آپ ﷺ نے کسی بھی کو نہیں ڈانٹا ہے۔

اس حدیث مبارکہ نے علم فقہ کی بنیاد بھی قائم کی ہے کہ فقہ نام ہی فہم غرض کلام المتکلم کا ہے متکلم کے کلام کی غرض و مقصد کو پایا جائے اور متکلم کے کلام کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث مبارکہ نے ائمہ و مجتہدین کو صحابہ کرام کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے اجتہاد کی تعلیم سے بھی آشنا کیا ہے کہ مسائل شرعیہ میں اجتہاد کیسے کیا جاتا ہے جب صحابہ کے دونوں گروہ نے حکم رسول ﷺ پر عمل کے حوالے اپنا اپنا اجتہاد پیش کیا ایک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا حکم تھا کہ عصر کی نماز کو بنو قریظہ میں یہ پہنچ کر ادا کرنا تو ہم یہ سمجھے کہ کچھ بھی ہو جائے ہم عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھیں،

دوسرے گروہ نے کہا آپ ﷺ کے کلام سے یہ سمجھے عصر کی نماز تک ہم بنو قریظہ پہنچ جائیں اور وہاں پہنچ کر عصر کی نماز ادا کریں اگر نہ پہنچ سکیں اور عصر کی نماز راستے میں ہی آجائے تو اس فرض کو ادا کر لیا جائے اور اس کو قضا نہ ہونے دیا جائے اس لیے ہم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو ایک گروہ صحابہ نے کلام رسول کو راستے میں نماز نہ پڑھنے پر محمول کیا یہاں تک بنو قریظہ میں جا کر نماز پڑھیں اور دوسرے گروہ صحابہ نے کلام رسول کی اس غرض کو سمجھا نماز بنو قریظہ میں پہنچ کر ادا کرنا زیادہ بہتر ہے مگر اگر نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے راستے میں ہی بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے ادا کر لیں تا کہ کئی فرض قضا نہ ہو جائے رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے اجتہاد کو صواب و درست قرار دیا کسی کو بھی تنبیہ نہیں فرمائی اور نہ ہی اظہار ناراضگی کیا ہے اور دونوں کے اجتہاد کو درست قرار دیا۔ غزوہ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو یکے بعد دیگرے امیر لشکر مقرر کیا تھا اور یہ تینوں اس میں شہید ہو گئے پھر صحابہ کرام نے اپنی ذاتی رائے اور باہمی مشاورت سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر لشکر مقرر کر لیا یہ سب صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کے ذاتی اجتہاد کو درست قرار دیا[24]۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو اجتہاد اور کسی مسئلہ میں غور و فکر اور اس کی تمام جہات میں تفقہ کو سکھا رہے ہیں اور ان کی آراء کو جان رہے ہیں اور ان کو اپنے ساتھ مشاورت میں شریک کر رہے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مسئلہ پیش ہوا کہ ان کے ساتھ کیا جائے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کیا اس مشاورت کی دو ہی بنیادیں تھیں آیئکہ سب کو قتل کر دیا جائے یا ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے اس پر صحابہ کرام کی متعدد تجاویز پیش کیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا دیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ان کے سر قلم کر دیے جائیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا صحابہ کرام کی رائے کو قبول کیا اور ان قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا یہ اجتہاد بھی صحابہ کرام کی ذاتی اور شخصی آراء کی بنا پر کیا گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے دونوں گروہ کی آراء کو سنا قتل کی بجائے فدیے والی رائے کو ترجیح دی اور اس پر فیصلہ صادر فرمایا دیا۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع ہے چودہ سو صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہیں کفار ہیں کفار و مشرکین اور مسلمانوں درمیان معاہدہ صلح لکھا جانے لگا ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور صلح حدیبیہ کا یہ تاریخی معاہدہ لکھنے کا حکم دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوں ابتدائی کلمات لکھے: **ھذا ما اصطلح علیه محمد رسول اللّٰه و سھیل بن عمرو**۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے یہ الفاظ سنتے اور پڑھتے ہوئے پھر پڑا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیتے تو پھر ہمارا آپ سے سرے کوئی جھگڑا ہی نہ ہوتا اور نہ اس معاہدے کی قطعا ضرورت پیش آتی اس لیے عبارت کو مٹایا جائے اور یوں لکھا جائے: **ھذا مااصطلح علیه محمد بن عبد اللّٰه و سھیل بن عمرو** اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جیسے یہ کہتا ہے ویسا ہی لکھ دو آپ ﷺ نے فرمایا: **اصح رسول اللّٰه و اکتب بدله محمد بن عبد اللّٰه فقال علی ما کتب لا محوھا** [25] رسول اللہ کا لفظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا لفظ میں تو نہیں مٹاؤں گا رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا مگر انکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی باز پرس نہیں کی اور نہ ہی کسی قسم کی سرزنش کی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل سراسر تعظیم و احترام اور محبت و آکرام پر منحصر تھا ہاں خود حضرت علی سے بھی یہ مٹانے کا عمل صادر ہو سکتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ کے کلماتِ حکم یوں بدل جاتے اے علی تو ان کلمات کو مٹا دو ان کلمات کا مٹانا اللہ نے تم پر فرض کیا ہے: **فرض اللّٰه علیه محوھا** [26] چونکہ اللہ نے فرض قرار نہیں قرار دیا تھا اس لیے تعلق رسالت کی معرفت اور حقیقت یہ کہتی تھی یہی کلمات ہی ہمارا ایمان ہیں اور ان ہی کلمات پر ہماری زندگی کا ایقان ہے یہ

کلمات خود مٹے ہیں۔ سارے عالم سے کفر و باطل اور طاغوت و شر کو مٹانے آئے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کو ڈانٹ کر ان کے اجتہادی فیصلے کی تائید فرمائی ہے۔

آثارِ صحابہ سے اجتہاد و قیاس کی مثالیں

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیاس و اجتہاد کے باب میں ارشاد فرمایا: **یعرف الحق بالمقایسة عند ذوی الالباب** 27 اہل عقل کے نزدیک قیاس کے ذریعے حق کو پہچانا جاتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: **اعر ف الاشباه و النظائر ثم قس الامور عندذلک** 28 اشباہ و نظاہر کو پہچانو پھر نئے مسائل کو ان پر قیاس کرو عہد رسالت مآب میں لوگ رسول اللہ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے جو لوگ نماز میں متاخر ہو جاتے اور نماز میں شریک ہونے سے قبل نماز پڑھنے والوں سے دوران نماز نماز سوال کرتے کہ تم تم کونسی رکعت پڑھ رہے ہو وہ نماز کے دوران ہی جواب دیتے اور یہ متاخر نمازی پہلے اپنی فوت شدہ رکعت و رکعات کو پڑھتا پھر نماز میں شریک ہو کر اتباع رسالت مآب اختیار کرتا ایک روز حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لائے رسول اللہ نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے آتے ہی نماز میں براہ راست اتباع رسول کو اختیار کر لیا اور فوت شدہ رکعتوں کو پہلے ادا نہ کیا سلام پھیرنے کے بعد ان رکعتوں کو ادا کیا یوں انہوں نے بقیہ نماز مکمل کی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کو پسند آیا تو آپ نے ان سے پوچھا: **ماحملک علی ما صنعت** اے معاذ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا اور مائل کیا ہے۔ سراپا ادب بن کر عرض کی۔ **ماکنت الاجدک علی حال لا اتابعک علیها:** میں خود ایسا نہیں بنانا چاہتا کہ آپ کو کسی بھی حال میں پاؤں اور آپ کی اتباع میں جلدی نہ کروں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **سن لکم معاذ فکذالک فافعلوا۔** معاذ نے تمہارے لیے سنت قائم کر دی تم بھی ایسا ہی کیا کرو۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا باجماعت نماز میں فوری شامل ہونے کا یہ ذاتی اجتہاد تھا رسول اللہ ﷺ نے اس اجتہاد کو صائب قرار دیا اور سب امت کے لیے نماز میں اس طرح شامل ہونے کو اپنی سنت بنا دیا۔ صحابہ کرام کے عمل قیاس اور عمل اجتہاد کے حوالے سے ابن قیم بیان کرتے ہیں: **و کان اصحاب رسول الله یجتهدون فی النوازل و یقیسون بعض الاحکام علی بعض و یعتبرونالنظیربنظیره** 29 صحابہ کرام نئے پیدا ہونے والے مسائل میں اجتہاد کرتے اور بعض احکام کو بعض دوسرے احکام پر قیاس کرتے تھے اور ایک نظیر سے دوسری نظیر قائم کرتے تھے۔

خلاصۂ بحث

قیاس و اجتہاد کا عمل شرعی بنیادوں پر قائم ہے اور یہ عمل ذاتی آراء پر نہیں بلکہ شرعی علتوں پر مستحکم ہے اس عمل اجتہاد میں ذاتی تمنا کو نہیں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم اور ان کی منشاء و رضا کو پیش نظر رکھا جاتا ہے یہ عمل اجتہاد ذاتی خواہشوں پر نہیں بلکہ شرعی حکمتوں سے فروغ پاتا ہے یہ عمل جدت پسنوں کا نہیں بلکہ شریعت کے سچے طالبو کا مطمع نظر ہے یہی اجتہادی اور قیاسی عمل شریعت ہے جس نے شریعت اسلامی کو ہر زمانے میں دوام اور ہر لمحہ بدلتے ہوئے احوال میں استحکام دیا ہے شرعی اعمال میں مواظبت کا وظیفہ عملِ اجتہاد کی بنا پر ممکن ہوا ہے اجتہاد دین اسلام کو ہر زمانے میں قابل عمل بنا کر معاشرے میں پیش کرتا ہے اجتہاد ہی کی قوت کی بنا پر زمانے کی فکر و سوچ اور عقل و دانش کو اسلام متاثر کرتا ہے اجتہاد اللہ کی منشاء ہے اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے توسل سے خصوصی دعا ہے اجتہاد امت کے لیے اللہ کی رحمت اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصی عنایت ہے اس پر جس قدر بھی شکر بجالایا جائے وہ اس نعمت کے مقابلے

میں قلیل ہی قلیل ہے اجتہاد کی قوت کی بنا پر آفتابِ اسلام نصف النہار چمک و دمک رہا ہے اس کے باوجود کوئی اعتراض برائے اعتراض کرے اور روشن آفتاب کی روشنی کا انکار کرے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے۔

References

[1]Al-‘Ankabut, 29:43
[2]Al-‘Imran, 03:59
[3] Mu’ṣvy, Idrīs, Qīyās kī Shar’ī Ḥīsiyat (Karāchī: Ḥaq Talāsh Foundation, 2007), 169
[4]Ibid
[5]Al-Jurjānī, ‘Alī bin Muḥammad, Al-Sharīf al-ta’rīf (Libnān: Dār al-kutub al-‘elmīa, 2011), 181
[6] Al-Jurjānī, ‘Alī bin Muḥammad, Al-Sharīf al-ta’rīf, 181
[7]Al-Taftāzānī, Sa’ad, al-dīn bin ‘umar, Al-tūẓīḥ wa al-talvīḥ, (Karāchī: Kadīmī Kutub Khāna, 2013), 112
[8]Ḥanfī, Mulā Jīvan Aḥmad Abū Sa’īd, Nūr al-Anwār Mutab’a Muṣtafā ‘ī, (India, Dār :Al-Qalam, 2011), 190
[9] Al-Shashī, Nizām al-Dīn, Aṣūl-e-shashī (Karāchī: Kadīmī Kutub Khāna, 2007), 83
[10]Al-Ma’idah, 05:90
[11]Al-Taubah, 09:62
[12]Al-Jumu’ah, 62:05
[13]Al-Baqarah, 02:179
[14]Al-Hashr, 59:07
[15]Al-‘Imran, 03:59
[16]Abū ‘Abd Allāh Muhammad b. Ismāīl Bukhārī, Jāmi‘, al- Ṣaḥīḥ, (Beruit: Dār Ibn ‘ Kathīr, 1987), Ḥadīth no. 7315
[17]Ibn-e-Qadāmah, ‘Abdūllah, bin Muḥammad, Rūẓa tul Nāzar (Al-Rīyaẓ: Maktabah ‘ Al-rashid, 2012), 151
[18] ‘Abd Allāh Muhammad b. Ismāīl Bukhārī, Jāmi‘, al- Ṣaḥīḥ, Abū, Ḥadīth no. 7314
[19]Nawawwī, Yaḥyā bin Sharf, Muslim Sharaḥ Nawawwī, (Lahore: Maktaba al-Islmia, 2011), 1:133
[20]Ibn Ḥajar al-‘Asqalānī, Aḥmad bin ‘Alī, Fath al-Bārī, (Al-Cairo: al-Maktaba Salfia,2015), 7: 699
[21]Imam Ḥanbal Aḥmad bin Ḥanbal, Musnad Aḥmad bin Ḥanbal, (Lahore: Maktaba Insar, 2011), 2: 253
[22]Al-Jassas, Abū bakar Aḥmad bin ‘Alī, Al-Fusūl fi al-Usūl, (Lahore: Maktaba al-Noor,2011) 1: 254
[23]Abū ‘Abd Allāh Muhammad b. Ismāīl Bukhārī, Jāmi‘, al- Ṣaḥīḥ, Ḥadīth no. 946
[24] Abū ‘Abd Allāh Muhammad b. Ismāīl Bukhārī, Jāmi‘, al- Ṣaḥīḥ, Ḥadīth no. 4261
[25] Abū ‘Abd Allāh Muhammad b. Ismāīl Bukhārī, Jāmi‘, al- Ṣaḥīḥ, Ḥadīth no. 2731
[26]Ibid
[27]‘Abd al-Wahāb, ‘Usūl al-Fiqh’ (Al-Cairo: Al-Maktaba al-Islamia, 2009), 58
[28]Abd al-Wahāb, ‘Usūl al-Fiqh’, 59
[29]Ibn Qayyim, Imām Shams al-Dīn, Abū ‘Abd Allāh, I‘lām al-Muwaqi‘īn, (Lahore: Maktaba Salfia, 2009), 1: 25